ڈاکٹر رضی الدین صدیقی

سائنس اور اسلام

اس مضمون کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تاریخ کی روشنی میں یہ بیان کیا جائے کہ سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا کیا حصہ ہے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین کو وہ کون سے تصورات عطا کیے جن کی وجہ سے وہ علم کی تلاش میں ہمہ تن مشغول ہو گئے اور مختلف علوم کی ترقی میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے۔ کسی موضوع پر ایک مختصر مضمون میں صرف یہی ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کے متعلق قرآن کی چند آیات اور آں حضرت صلعم کے چند اقوال کو نقل کر کے نفس مطلب کو واضح کیا جائے۔ چنانچہ اسلام نے سائنسی علوم کے بارے میں جو تصور پیش کیا ہے اس کو واضح کرنے کے لیے بھی قرآنی آیات اور آں حضرتؐ کی تعلیمات کا تجزیہ کر کے ان سے جدید سائنس کی اہم خصوصیات کا تعلق بتلانے کی کوشش کی گئی ہے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جدید سائنس کے ضروری خصائص کیا ہیں تاکہ ان میں سے ہر ایک کے متعلق اسلام کا نظریہ معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ میرے خیال میں سائنس کی ضروری خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

اول یہ کہ علم اور علم کا حاصل کرنا ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور کم از کم اصولی طور پر یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر فرد بشر یہ حق رکھتا ہے کہ وہ جتنا چاہے علم حاصل کرے۔

دوسرے یہ کہ سائنس مشتمل ہے تجربات، نظریات، مشاہدات اور انضباط اشیاء پر۔ سائنس کی بنیاد صرف تجربے پر ہی نہیں ہے اور نہ یہ محض تعقل و تفکر کا نتیجہ ہے۔ بلکہ یہ دراصل دونوں کی آمیزش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ ساری دنیا یہ تسلیم کرتی ہے کہ سائنس کا حیات انسانی میں بہت بڑا اور اہم حصہ ہے۔ اور دراصل علم ہی کی بنا پر انسان اپنے آپ کو اشرف المخلوقات تصور کرتا ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان تینوں اہم خصائص کی بابت اسلام کا تصور کیا ہے۔

جہاں تک کہ پہلے اصول یعنی علم حاصل کرنے کے بنیادی عمومی حق کا تعلق ہے۔ موجودہ زمانے میں جب کہ تعلیم عام اور لازمی ہے اور انسان کے بنیادی حقوق ایک مسلّمہ حقیقت بن چکے ہیں لوگ یہ بات بھول گئے ہیں کہ انسانی تاریخ کے ایک بہت طویل دور میں علم حاصل کرنے پر معاشرے کے ایک مختصر سے طبقے کا اجارہ

تھا۔ یہ طبقہ مذہبی رہنماؤں کا وہ گروہ تھا جس کو پادری اور کاہن جیسے مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس طبقہ کی خواہش تھی کہ عام لوگ غریب اور جاہل رہیں تاکہ وہ ان پر اپنی مرضی کے مطابق حکومت کر سکیں اور جس طرح چاہیں ان سے کام لے سکیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ اصول بنا دیا تھا کہ کوئی عام شخص علم حاصل نہیں کر سکتا اور طرح طرح کی سزائیں دے کر اور عذاب اخروی سے ڈرا کر عوام کو علم حاصل کرنے سے باز رکھا جاتا تھا مذہبی رہنما اپنی ان معلومات کو جو انہیں فطری عوامل کی بابت حاصل ہوتی تھیں بڑی چالاکی اور دلیری سے اس طرح کام میں لاتے تھے کہ غریب اور جاہل لوگوں پر ان کا اقتدار سلامت رہے۔

اسلام نے مذہبی رہنماؤں کی اس مطلق العنانی کا یکسر خاتمہ کر دیا اور ہر مسلمان پر یہ واجب قرار دیا کہ وہ علم حاصل کرے۔ آج شاید یہ بات ایسی غیر معمولی نظر نہ آئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا یہ اقدام جس نے علم کو ایک عوامی چیز بنا دیا اور جس کے نتیجے میں انسانی روح اور ذہن کو کامل آزادی حاصل ہوئی انسانی تاریخ کا ایسا اہم اور دوررس انقلاب تھا جو یورپ کے صنعتی انقلاب اور انقلاب فرانس سے بھی بدرجہا زیادہ عظمت و اہمیت کا حامل ہے۔ اس طرح ببانگ دہل تاریخ عالم میں پہلی بار یہ اعلان کیا گیا کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کسی درمیانی رابطے کی ضرورت نہیں ہے اور ہر فرد بشر کو یہ حق مساویانہ طور پر حاصل ہے کہ وہ خدا اور اس کی کائنات کو بلا واسطہ جان اور پہچان سکتا ہے۔

آں حضرتؐ پر جو قرآن کی سب سے پہلی آیت نازل ہوئی اس میں آپ کو لکھنے پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق - خلق الانسان من علق - اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم - علم الانسان ما لم يعلم

اپنے اس رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ انسان کو علق سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمہارا رب اکرم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

پڑھنے لکھنے اور علم حاصل کرنے کی اہمیت اس آیت میں نہایت صاف اور مؤکد اور واضح طریقے سے ظاہر کی گئی ہے۔ چونکہ خدا کا حکم ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس لیے آں حضرتؐ نے حکم دیا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان کا مقدس فریضہ ہے۔ طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة نیز یہ کہ علم کا حاصل کرنا واجب ہے۔ خواہ انسان کو اس کی تلاش میں دور دراز علاقوں کا سفر اختیار کرنا پڑے۔

اطلبو العلم ولو كان بالصين

اس طرح ہر عام انسان نے خود پڑھنا اور خود سوچنا شروع کر دیا۔ اور یہیں سے ایک ایسے جمہوری معاشرے کی بنیاد پڑی جہاں ہر فرد کو ترقی کے مساوی مواقع حاصل تھے۔ پڑھنے لکھنے اور عام تعلیم کے متعلق اسلام

کے اس نظریہ کا یہ اثر تھا کہ ساری اسلامی دنیا میں تلاش و جستجو کا شوق بہت تیزی سے پھیل گیا۔ اور بعد میں اسی نے یورپ کو بھی اس راہ پر ڈالا۔ اسلام نے ہر انسان کو علم حاصل کرنے کی اجازت دی۔ اور اس کے لیے لوگوں میں ایک زبردست شوق و ذوق کا جذبہ پیدا کر دیا۔ یہی جذبہ آخر کار جدید سائنسی دور کا نقیب اور پیامی ثابت ہوا۔

اب ہم سائنس کی دوسری خصوصیت کی طرف توجہ کرتے اور یہ دیکھتے ہیں کہ سائنسی طریق کار کے متعلق اسلام کا کیا نظریہ ہے۔ انسانی معاشرے کے ابتدائی دور میں انسان محض سطحی اور سرسری مشاہدے سے ہر شے کی بابت کوئی رائے قائم کر لیتا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا اور شعور انسانی ترقی کرتا گیا انسان نے اپنے تجربات کو علم کی بنیاد بنانا شروع کیا۔ مگر ابھی اس کا علم پیش آمدہ واقعات کی ایک فہرست سے زیادہ نہ تھا۔ وہ ابھی نتائج اخذ کرنے اور پیش بینی کرنے کے مدارج سے بہت دور تھا۔ اس کی معلومات بہت بے ترتیب اور ناقص تھیں۔ استقراء و قیاس کا درجہ یونانی فلسفیوں کے عہد میں آیا۔ لیکن وہ اس معاملے میں حدود سے تجاوز کر گئے۔ انہوں نے تمام و کمال اہمیت تفکر و تعقل کو دی۔ اور مشاہدے اور تجارب کو مطلقاً نظر انداز کر دیا۔ انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ ایک فلسفی گھر میں بیٹھے بیٹھے محض غور و فکر کے ذریعے تمام کائنات کی بابت کلی و قطعی علم حاصل کر سکتا ہے۔

اگر مظاہر قدرت میں کوئی ایسا واقعہ ظہور میں آتا جو ان کے بنائے ہوئے نظریات سے مختلف ہوتا تو وہ یہی کہتے کہ فطرت سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے کیونکہ وہ یہ سوچ ہی نہ سکتے تھے کہ غلطی فلاسفہ کے اپنے نظریات کی ہے۔ سقراط اور افلاطون نے حواس کے حسیات اور مشاہدات کو استخفاف کی نظر سے دیکھا کیونکہ ان کے خیال میں اس طرح سرسری رائے تو قائم کی جا سکتی ہے مگر حقیقی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

اس کے برعکس قرآن نے مستقل طور پر عقل اور تجربہ دونوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور اس طرح سب سے پہلے یہ بات ثابت کی ہے کہ سائنس کی بنیاد تجربات اور نظریات دونوں پر ہے۔ قرآن کی بہت سی آیات میں جو جا بجا پھیلی ہوئی ہیں حقیقت کے مشاہدہ پذیر پہلو پر بہت زور دیا گیا ہے۔ میں ان میں سے صرف چند آیات نقل کرتا ہوں تاکہ مندرجہ بالا بیان پر اساسی طور پر روشنی پڑ سکے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من

یقیناً آسمان اور زمین کی تخلیق میں اور دن اور رات کے الٹ پھیر میں اور ان جہازوں میں جو سمندر میں سے گزرتے ہیں اور بارش میں جو خدا آسمان سے نیچے پھینکتا ہے۔ اور جس سے وہ زمین کو موت کے بعد نئی زندگی عطا کرتا ہے اور اس نے جو ہر قسم کے جانور روئے زمین پر پھیلائے ہیں۔ اور

کل دابة وتصریف الریاح والسحاب المسخّر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون۔

ہواؤں کی تبدیلی میں اور بادلوں میں جو خدمت کے لیے آسمانوں اور زمین کے مابین مسخر ہیں۔ ان سب میں ہدایت ہے ان کے واسطے جو عقل سے بہرہ ور ہیں۔"

ایک دوسری آیت میں قرآن اعلان کرتا ہے

وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمٰت البر والبحر۔ قد فصّلنا الآیات لقوم یعقلون۔

وہی ہے جس نے ستارے بنائے ہیں تمہارے لیے تاکہ تم ان سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کرو۔ ہم نے آیات کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔" (۶-۹۵)

قرآن بار بار سیاحت، مشاہدے اور تدبر پر زور دیتا ہے

انظروا ماذا فی السمٰوات والارض — مشاہدہ کرو کہ آسمانوں میں اور زمین میں کیا کیا ہے۔"

افلا ینظرون۔ افلا یتفکرون۔ افلا یتدبرون ——— "کیا یہ نہیں دیکھتے؟ کیا یہ نہیں غور کرتے؟ کیا یہ نہیں تدبّر کرتے؟" کا مضمون قرآن میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ والی السماء کیف رفعت۔ والی الجبال کیف نصبت۔ والی الارض کیف سطحت۔

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اونٹ کس طرح پیدا کیا گیا ہے؟ اور آسمان کس طرح بلند کیا گیا ہے؟ اور پہاڑ کس طرح جما دئے گئے ہیں۔ اور زمین کس طرح بچھادی گئی ہے۔

ایک واضح حکم ہے حیوانات، فطرت حیوانات اور آسمانوں کی اور زمین کی طبعی کیفیات کے مشاہدے کی بابت۔

علامہ اقبال نے اپنے پہلے خطبہ میں اس نکتہ کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ وہاں سے ایک مختصر حوالہ یہاں بے محل نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں:

"لیکن قرآن کا یہ نظریہ خاص غور کا مستحق ہے جس نے اسلام کے متبعین میں حقیقت نفس الامری کے احترام کا بیج بویا۔ جس کی وجہ سے آخر کار وہ جدید سائنس کے موجد قرار پائے۔ ایک ایسے دور میں جب کہ تلاش حق کی راہ میں مشاہدات کو ہیچ گردانا جاتا تھا، تجرباتی روح کو بیدار کر دینا بہت بڑی اہمیت کا حامل تھا۔"

مغربی مؤرخ بھی موجودہ سائنسی طریق کار کو اب اسلامی دور کی پیداوار ماننے لگے ہیں۔ چنانچہ بریفو نے اپنی کتاب "انسانیت کی تعمیر" (MAKING OF HUMANITY) میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

"راجر بیکن یا اس کے ہم نام کو ہرگز اس اعزاز کا مستحق نہیں قرار دیا جا سکتا کہ ان میں سے کسی نے سائنس

اور اس کے طریق کار کو یورپ تک پہنچایا تھا ..... عربوں کا تجرباتی نظام عمل بیکن کے زمانے تک بخوبی اشاعت حاصل کر چکا تھا اور یورپ بھر میں معروف تھا" (صفحہ ۲۰۰)

"گو یورپی ترقیات کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی تمدن کے آثار قطعی طور پر نظر نہ آتے ہوں۔ لیکن یہ نشانات اتنے زیادہ واضح اور نمایاں اور کہیں نہیں ہیں جتنے کہ اس "قوت" میں نظر آتے ہیں جو جدید دنیا کی سب سے امتیازی اور دوامی خصوصیت اور موجودہ دور کی فتوحات میں سب سے بڑی طاقت شمار کی گئی ہے۔ یعنی علوم فطرت اور سائنسی روح۔" (صفحہ ۱۹۱)

قرآن کی بہت سی آیات سے جن میں سے چند اوپر نقل کی گئی ہیں اور متعدد مشرقی اور مغربی علماء کی تحریروں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ موجودہ سائنس کی بنیاد اسلام کی ڈالی ہوئی ہے۔ تجسس کی نئی روح اور تجربات کے جدید طریقے۔ مشاہدات اور مساحت۔ جن پر موجودہ سائنس کی بنیادیں قائم ہیں یہ سب ان افراد کے قائم کیے ہوئے ہیں جنہوں نے اسلامی تعلیمات کا اتباع کیا تھا۔

آخر میں ہم سائنس کی تیسری خصوصیت پر نظر ڈالتے ہیں یعنی انسانی معاملات میں اس کا حصہ اور اس کی اہمیت۔ اور اس امر میں اسلام کے اثر کا صحیح اندازہ اس وقت کیا جا سکے گا جب کہ ہم اس کا مقابلہ ان حالات سے کریں جو طلوع اسلام کے وقت پھیلے ہوئے تھے۔

سب کو معلوم ہے کہ اسلام سے پہلے جتنے بھی بڑے مذاہب آئے ان سب نے اپنے متبعین کو یہ تعلیم دی کہ "دنیا اور معاملات دنیا کو ترک کرو اور حیات بعد الموت کی فکر کرو۔" دنیا کے مال و دولت کو نجات حاصل کرنے کی راہ میں ایک رکاوٹ تصور کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ان مذاہب کے پیروؤں کو لاما، جوگی یا راہب بننے کی تلقین کی جاتی تھی تاکہ وہ اپنی روح کی نجات کا سامان بہم پہنچا سکیں۔ نتیجتاً لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا بستے تھے۔ اور تارک الدنیا بن کر زندگی گزارتے تھے۔ اس ماورائی طریقہ عمل کے ہوتے ہوئے جس میں اس دنیا کو سراسر ترک کر دیا جاتا تھا لازمی طور پر اس کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ کائنات کا علم حاصل کیا جائے۔ اس لیے اسلام نے یہ کہہ کر کہ لا رهبانية في الاسلام (اسلام میں جوگ اور رہبانیت کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے) اس نقطۂ نظر کو بالکل تبدیل کر دیا۔ اور اس کے برعکس یہ تعلیم دی کہ کائنات اور ما فیہا کو پوری طرح عالم انسانی کے مفادات کے لیے کام میں لانا چاہیئے۔ صرف یہی نہیں کہ انسان مادی ذرائع اور وسائل کی ظاہری ہیئتوں سے کام لے بلکہ یہ بھی کہ وہ فطرت کی تمام قوتوں کو فتح کر لے اور ان کو مسخر کر کے اپنے کام میں لائے۔ قرآن نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ ان اللہ سخر لكم ما في السموات والارض "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ

بھی ہے وہ خدا نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔" اور یہ تسخیر فطرت علم ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ ایک حدیث نبوی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت صلعم علم کو اپنا ہتھیار تصور فرماتے تھے۔

العلم سلاحی (الحدیث) — علم میرا ہتھیار ہے۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مشہور مقولہ "علم توانائی ہے" مغربی تصور کی پیداوار ہے انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تصور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اب سے مدتوں پہلے ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں پیش کیا تھا۔ ایک ایسے دور میں جب کہ ساری دنیا توہمات کے سمندر میں غرق تھی قرآن نے بڑی وضاحت سے کہا کہ حکمت یا علم خیر کثیر ہے۔ اور صرف وہی مسلمان اعلیٰ درجات کے مستحق ہیں جو علم و حکمت کے زیور سے آراستہ ہیں

ویرفع اللہ الذین آمنوا والذین اوتوا العلم درجات۔ — اللہ اہل ایمان اور اہل علم کے درجے بلند کرتا ہے۔

علم کی اہمیت پر اسلام نے اس قدر زور دیا ہے کہ آں حضرت صلعم ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ رب زدنی علماً یعنی اے خدا مجھے اور زیادہ علم عطا فرما۔ قرآن نے مسلمانوں کو بار بار یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے حواس اور عقل کو پوری طرح کام میں لاکر علم حاصل کیا کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ مخلوقات عالم کا تو کیا ذکر ہے فرشتوں تک پر انسان کی برتری کی تشریح ان آیات میں کی گئی ہے جن میں صاف بتا دیا گیا ہے کہ انسانی عظمت کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ وہ اشیاء کی ماہیت و غایت کا کامل علم رکھتا ہے جو دوسری مخلوقات کو حاصل نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے:

واذ قال ربك للملٰئكة انى جاعلٌ فى الارض خليفة۔ قالوا أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء ونحن نسبّح بحمدك ونقدس لك۔ قال انّى اعلم ما لا تعلمون۔ وعلم آدم الاسماء كلها۔ ثم عرضهم على الملٰئكة فقال انبئونى باسماء هٰؤلاء ان كنتم صٰدقين۔ قالوا سبحانك لا علم لنا إلّا ما علّمتنا انّك انت العليم الحكيم۔

جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا تو ایسے کو اپنا خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خون ریزی کرے۔ درآنحالیکہ ہم تیری حمد و ثنا کرتے اور تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ پروردگار نے فرمایا کہ میں وہ بھید جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور اس نے آدم کو تمام اسماء سکھا دیئے۔ پھر ان اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا اگر تم سچے ہو تو مجھے ان تمام کے نام بتاؤ۔ فرشتوں نے کہا پاک ہے تو اے رب، ہم کو تو سوائے اس

قال یآدم انبئھم باسماءھم۔ فلما انبأھم باسماءھم۔ قال الم اقل لکم۔ انی اعلم غیب السموٰت والارض واعلم ما تبدون ما کنتم تکتمون (۱۔ ۳۰۔ ۳۱)

کے جو تو نے ہم کو سکھایا ہے اور کچھ علم نہیں ہے۔ بیشک تو ہی علیم اور حکیم ہے۔ تو پروردگار نے آدم سے کہا۔ کہ ان کو ان اشیاء کے نام بتا۔ جب آدم نے ان کو سارے اسماء بتا دیئے تو خدا نے کہا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں کے اور زمین کے پوشیدہ احوال جانتا ہوں۔ اور میں وہ سب بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو۔"

حقیقت یہ ہے کہ اسلام جدید سائنس کے تمام اساسی نظریات کی صرف توثیق اور تائید ہی نہیں کرتا بلکہ دراصل اسلام ہی نے اس کی بنیاد ڈالی ہے اور اسے موجودہ رجحانات کی طرف موڑ کر اسے سیدھی راہ دکھائی ہے۔ اور اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ متمدن دنیا نے سائنس اور علم کی بابت جو رویہ اب اختیار کر رکھا ہے یہ سب اسلام کی ابتدائی تعلیم اور اساسی تلقین ہی کا نتیجہ ہے۔ ان قیاسات کی اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے شروع سے ہی تحصیل علم میں پورے انہماک کا ثبوت دیا۔ اور طلوع اسلام کے بعد بہت تھوڑی سی مدت میں مسلمان علوم و فنون کے بھی اسی طرح قائد اور پیشوا بن گئے تھے جیسے کہ انہوں نے سیاسیات میں قیادت حاصل کی تھی۔ اور صدیوں بعد تک انہوں نے اس قیادت و برتری کو برقرار بھی رکھا۔

قرآن اور علم جدید

مصنف ڈاکٹر محمد رفیع الدین

اس کتاب میں فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ علوم جدیدہ اور قرآن کے درمیان کیا رشتہ ہے۔ اسلام کی نظر میں علوم کی اہمیت کیا ہے اور وہ ہمارے روزمرہ کے مسائل و مشکلات کو کس طرح حل کرتا ہے۔

صفحات ۵۵۲۔ قیمت ۶/۸ روپے

ملنے کا پتہ: سکریٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور